© rasailojaraid.com

حافظ صلاح الدین یوسف

درس قرآن

قرآن کا آغاز سورہ فاتحہ سے اور سورہ فاتحہ کا آغاز بسم اللہ الر من الرحیم سے ہوتا ہے۔ اسے اصطلاح میں بسملہ کہتے ہیں (یعنی بسم اللہ پڑھنا) تاہم اس میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں؟ اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ سورہ فاتحہ کی آیات سات ہیں۔ لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ ہی کی ایک آیت ہے۔ تو وہ اس کے علاوہ چھ آیات تسلیم کرتے ہیں اور جن کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے۔ ان کے نزدیک "انعمت علیھم" پر چھ آیات ہو جاتی ہیں اور "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" ساتویں آیت ہے۔

اسی طرح اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کے شروع میں تحریر ہوتی ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کی حیثیت کیا ہے؟ بسم اللہ سورہ فاتحہ یا ہر سورت کی آیت ہے یا ہر سورت کے آغاز میں اس کے لکھنے کا کوئی اور مقصد ہے؟

ایک رائے یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، سورہ نحل کی آیت کا حصہ ہے (جس میں کسی کا اختلاف نہیں) یا ہر سورت کے شروع میں اسے جو لکھا جاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ یہ اس سورت کا حصہ ہے۔ بلکہ اس کا ایک مقصد تو برکت حاصل کرنا ہے اور دوسرا مقصد، اس کے ذریعے سے ایک سورت کو دوسری صورت سے علیحدہ اور ممتاز کرنا ہے۔

انما کتبت للفصل والتبرک۔

اس کی تائید اس صحیح حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس وقت تک ایک سورت کے دوسری سورت سے جدا ہونے کو نہیں پہنچانتے تھے، جب تک بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ اترتی۔ (صحیح ابو داؤد، رقم ۷۸۸۔ صحیح الجامع الصغیر ۴۸۶۴)

اس حدیث سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ بسم اللہ کسی سورت کی مستقل آیت نہیں ہے۔ وہاں اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ ہر صورت کے آغاز میں اس کا لکھنا اور پڑھنا ضروری ہے، سوائے سورہ براءت کے۔ کیونکہ سورہ براءت کے آغاز میں اسے تحریر نہ کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ تاہم اگر کوئی تلاوت کا آغاز ہی سورہ براءت سے کرے تو اعوذ باللہ کے ساتھ بسم اللہ پڑھ کر اس کا آغاز کر سکتا ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ سمیت ہر سورت کی مستقل آیت ہے، سوائے سورہ براءت کے۔ اس کی تائید میں یہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر سورہ الکوثر کی تلاوت فرمائی۔ (صحیح مسلم، رقم ۴۰۰، باب حجتہ من البسملتہ آیتہ من اول کل سورۃ سوی براءۃ)

لیکن یہ حدیث اس امر میں واضح نہیں کہ نبی ﷺ نے تلاوت سے پہلے بسم اللہ اس لئے پڑھی کہ آپ اسے ہر سورت یا اس سورت کی آیت سمجھتے تھے، یا سورۃ الکوثر کے ساتھ ہی بسم اللہ کا نزول ہوا تھا۔ بلکہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ نے اسے تبرک اور فصل کے طور پر ہی پڑھا ہو۔ اس اعتبار سے اس حدیث سے بھی پہلے مسلک کی ہی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے پہلی رائے ہی راجح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

بسم اللہ نماز میں سری پڑھی جائے یا جہری؟

مذکورہ اختلاف کے ساتھ ایک دوسرا اختلاف یہ بھی ہے کہ جن نمازوں میں جہری قراءت ہوتی ہے، وہاں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کے آغاز سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی اونچی آواز سے پڑھی جائے یا نہیں؟ بعض علماء کا خیال ہے کہ سری نمازوں میں سری اور جہری نمازوں میں جہری پڑھی جائے، اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے، امام شوکانی اور نواب صدیق حسن خان وغیرھما نے اسی رائے کو پسند کیا ہے۔ لیکن دوسرے علماء کے نزدیک وہ روایات صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ سے جہری نمازوں میں قراءت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرنا بتلایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری، رقم ۷۴۳، صفة الصلوۃ باب ما یقول بعد التکبیر۔ صحیح مسلم، رقم ۳۹۹، الصلوۃ باب حجة من قال لا یجھر بالبسملہ، رقم آب۷۴، و باب ما یجمع صفة الصلوة ....)

اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ بسم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ سورہ فاتحہ سمیت کسی بھی سورت کی آیت نہیں ہے، بلکہ اس کی حیثیت تبرک اور علامت امتیاز کی ہی ہے۔ اس لئے اس رائے کے قائل جہری نمازوں میں بسم اللہ جہری آواز میں پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک یہی رائے افضل ہے، جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا، تاہم اگر کوئی اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھتا ہے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے اور اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہو گا۔

بسم اللہ پڑھنے کا حکم

مشہور حدیث ہے:

کل امر ذی بال لا یبدا فیہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم فھو ابتر (او فھو اجذم)

ترجمہ:۔ " ہر اہم کام جس کا آغاز بسم اللہ سے نہ کیا جائے، وہ بے برکت ہے۔"

اس حدیث سے استدلال کر کے کہا جاتا ہے کہ ہر کام کی ابتدا سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔ لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام شوکانی اور شیخ البانی نے صراحت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو نیل الاوطار، باب التسمیہ للوضو، ج ۱، ص ۱۶۱ - ارواء الغلیل، ج ۱، ص ۲۹، رقم ۱)

ایک روایت میں الحمد للہ کے الفاظ ہیں، یعنی الحمد للہ کہہ کر ہر کام کا آغاز کیا جائے۔ لیکن یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ (الارواء، رقم ۲) تاہم بہت سے معاملات کی بابت حکم دیا گیا ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر ان کا آغاز کیا جائے۔ جیسے وضو سے پہلے، کھانے سے پہلے، بیوی کے ساتھ ہم بستری کے وقت، گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، کسی تحریر (خط یا معاہدے) کے وقت، جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے۔ جس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر اہم کام سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مستحب عمل ہے اور ان احادیث سے، جن میں مذکورہ مواقع پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے، مذکورہ الصدر مشہور حدیث کی، جو سنداً "ضعیف ہے"، تائید ہو جاتی ہے۔

(بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ فلاں کام بسم اللہ یا الحمدللہ یا اعوذ باللہ پڑھ کر شروع کیا جائے۔ اس سے اصل مقصد ہر کام کے آغاز پر اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ وہ کسی طرح بھی کر لیا جائے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ قرآن پڑھتے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو اعوذ باللہ پڑھ لینا کافی ہے۔ بسم اللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوائے سورتوں کے آغاز کے، کیونکہ وہاں تو بسم اللہ تحریر ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا ضروری ہے۔)

بنا بریں کسی سورت سے تلاوت کا آغاز کرنا ہو تو پہلے اعوذباللہ اور پھر بسم اللہ پڑھی جائے اور اگر کہیں درمیان سے تلاوت کرنی ہو تو صرف اعوذ باللہ پڑھ لینا کافی ہے، یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنا۔ اس کے معنی ہیں، میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ (النحل ۹۸)

ترجمہ:۔ جب تم قرآن پڑھو، تو اللہ سے پناہ طلب کرو شیطان مردود سے۔

قرآن کی اس آیت کا مفاد یہی ہے کہ پہلے اعوذ باللہ پڑھی جائے اور اس کے بعد تلاوت کا آغاز کیا جائے۔

بسم اللہ کے معنی

یہ تین لفظوں سے مرکب ہے۔ ایک حرف با، دوسرے اسم اور تیسرے اللہ۔ حرف باء متعدد معانی کے لئے آتا ہے۔ مثلاً مصاحبت کے لئے (متصل اور ساتھ ہونا) استعانت کے لئے (مدد طلب کرنا) برکت کے لئے۔ اس اعتبار سے بسم اللہ کے بالترتیب یہ معنی ہوں گے۔

(۱) اللہ کے نام کے ساتھ

(۲) اللہ کے نام کی مدد سے

(۳) اللہ کے نام کی برکت سے

عربی میں باء حرف جار ہے۔ ما بعد والا لفظ (جیسے یہاں اسم ہے) مجرور کہلاتا ہے۔ جار مجرور کسی نہ کسی سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ فعل بھی ہو سکتا ہے اور اسم بھی۔ جیسے بسم اللہ ابتدائی، یا بسم اللہ ابتداء۔ اسی طرح محذوف فعل یا اسم پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے۔ محذوف فعل یا اسم کے اعتبار سے معنی ہوں گے۔ اللہ کے نام سے "یا" یا اللہ کے نام کی مدد یا برکت سے میری ابتداء ہے۔ یا ابتداء کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے۔۔۔۔ اللہ کے نام سے میری تلاوت یا قراءت ہے، یا میں تلاوت یا قراءت کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ اسی طرح اللہ کے نام سے ہے میرا کھانا، یا کھاتا ہوں میں اللہ کے نام سے۔ اللہ کے نام سے ہے میرا لکھنا، یا لکھتا ہوں میں اللہ کے نام سے۔ وغیرہ

اسم، بعض کے نزدیک اصل میں سمو (بلندی) اور بعض کے نزدیک سمۃ (علامت) ہے۔ یعنی ایسا لفظ، جو اپنے مسمی کے لئے ایک علامت ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے اور دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔

اللہ، اسم علم ہے، جو رب تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اصل میں یہ الٰہ (معبود) ہے۔ اس میں ہمزہ حذف کر کے اس کی جگہ الف اور لام تعریف (ال) کا اضافہ کر کے اللہ بنا دیا گیا ہے اور یہ اس کا لازمی جز ہے۔ یہ الہ یالہ الھۃ و الوھۃ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی عبادت کرنے کے ہیں۔ الہ، ماءلوہ (مفعول) کے معنی میں ہے یعنی معبود۔ الہ کا لفظ بطور اسم جنس، ہر قسم کے معبود پر بولا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کا لفظ معبود حقیقی کے علاوہ کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ حتی کہ مشرکین مکہ بھی یہ لفظ صرف اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے بولتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے متعدد بت بنا رکھے تھے۔ لات، عزیٰ، مناۃ اور ہبل وغیرہ جن کو وہ حاجت روا، مشکل کشا اور کائنات میں تصرف کرنے والا سمجھتے تھے۔ اسی لئے وہ ان کی خوشنودی کے لئے ان کے نام کی نذر نیاز بھی دیتے تھے، ان سے مدد بھی طلب کرتے تھے اور ان کی پرستش بھی کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود سب سے برتر اور اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے اور آسمان و زمین کا خالق و مالک، مدبر کائنات اور مخلوقات کا رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ:

"اگر ان سے پوچھا جائے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو کہیں گے، اللہ نے ---- اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کون برساتا ہے جس سے مردہ زمین پھر زندہ ہو جاتی ہے تو کہیں گے اللہ۔" (العنکبوت ۶۱-۶۳)

دوسرے مقام پر فرمایا:

"ان سے پوچھو آسمان و زمین سے تمہیں روزی کون دیتا ہے یا تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور زندہ کو مردہ سے اور مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور سارے معاملات کا انتظام کون کرتا ہے؟ تو یقیناً وہ کہیں گے اللہ۔" (سورہ یونس ۳۱)

یہ مضمون متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کا لفظ مشرکین بھی اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں بولتے تھے۔ اسی لئے بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ اسم اعظم بھی یہی لفظ اللہ ہے۔ جس کی فضیلت احادیث میں یہ وارد ہے کہ اس کے ذریعے سے کی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی۔

الرحمٰن الرحیم

یہ دونوں اللہ کے صفاتی نام ہیں۔ ان کے معانی سورہ فاتحہ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ پڑھنے کی حکمت اور اسکے فوائد

ویسے تو اللہ رسول کی ہر بات میں حکمت اور فائدہ ہوتا ہے۔ چاہے ہماری عقل و فہم کی رسائی وہاں تک ہو یا نہ ہو۔ اس لئے اللہ رسول کے حکموں میں حکمتیں اور فوائد تلاش کرنے ضروری نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ ہر صورت واجب العمل ہیں۔ تاہم جن احکام کی حکمتیں اور فوائد واضح ہوں۔ ان کو سمجھ لینا اچھا ہی ہے۔ کیونکہ اس سے یقین و اذعان میں اضافہ ہوتا ہے اور عمل کی مزید ترغیب ملتی ہے۔ بسم اللہ پڑھنے میں یہ حکمت اور فائدہ ہے کہ ہر کام کے آغاز میں اللہ کی پرعظمت ہستی کا تصور سامنے آ جاتا ہے۔ جس سے انسان کی نیت صحیح اور رخ سیدھا ہو جاتا ہے اور انسان غلط کام کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں رحمٰن و رحیم کی صفات کے پیش نظر انسان مایوس نہیں ہوتا۔ اللہ کے مہربان ہی نہیں نہایت مہربان ہونے کا تصور، قدم قدم پر انسان کو حوصلہ بخشتا اور اس کے عزم و ہمت کو فزوں تر کرتا ہے۔ یوں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم گویا تاریکیوں میں روشنی کی کرن، مایوسیوں میں امید کا چراغ اور مشکلات کے گرداب میں ایک مضبوط اور قوی سہارا ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے انسان کو اللہ کی مصاحبت، اس کی اعانت اور اس کی طرف سے خصوصی برکت حاصل ہو جاتی ہے۔

۷۸۶، عدد کی حقیقت

ہمارے ملک میں ایک رواج یہ ہے کہ خطوط اور تحریری معاہدوں وغیرہ میں بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ کا عدد لکھ دیا جاتا ہے۔ جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد بنتے ہیں۔ یہ رواج بالکل غلط اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس کے خلاف عقل ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ آج تک کوئی شخص بولنے کے وقت بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ نہیں بولتا۔ مثلاً کھانے کے وقت یہ نہیں کہا جاتا ۷۸۶، وضو شروع کرتے وقت نہیں کہا جاتا ۷۸۶، و علیٰ ہذا القیاس بسم اللہ کے دوسرے مواقع استعمال ہیں۔ کہیں بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ ۷۸۶ کے اعداد استعمال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ کھانے کے شروع میں، وضو کے آغاز میں اور اسی طرح ہر اہم کام کی ابتداء میں بسم اللہ ہی پڑھتے اور بولتے ہیں نہ کہ ۷۸۶۔ جب حقیقت اور واقعہ یہ ہے تو پھر خط یا تحریر میں بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ لکھنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟ کیا تلاوت قرآن یا نماز کا آغاز ۷۸۶ سے کیا جا سکتا ہے؟

۷۸۶ کے جواز میں کہا جاتا ہے کہ بسم اللہ لکھنے میں اللہ کے نام کی بے حرمتی ہوتی ہے اس لئے ۷۸۶ لکھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی معقول دلیل نہیں۔ اس طرح تو خطوں میں، اخبارات میں اور دیگر تحریروں میں نام بھی نہیں لکھنے چاہئیں۔ کیونکہ ہر مسلمان کے نام میں بالعموم اللہ کا نام یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام بطور جز ضرور شامل ہوتا ہے۔ جیسے عبداللہ، عبدالرحمان، عبدالغفار، محمد یوسف، محمد یونس، محمد احمد وغیرہ ہیں۔ کیا کسی عبداللہ نامی شخص نے جو بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ لکھتا ہو کبھی خط کے آخر میں اپنا نام لکھنے کی بجائے نام کے صرف عدد لکھے؟ یقیناً نہیں لکھے ہوں گے۔ اس لئے یہ سب بیکار باتیں ہیں اور نہ اس طرح اللہ کے نام لکھنے سے بے حرمتی ہی ہوتی ہے۔ بے حرمتی صرف اسی وقت ہوگی۔ جب انسان بے حرمتی کی نیت سے ارادتاً ایسا کرے گا۔ ورنہ کوئی مسلمان بے حرمتی کا مرتکب قرار نہیں پائے گا۔

© rasailojaraid.com